پیاسا
اور
کنواں
بقلم
ژیلہ ظفر

پیاسا اور کنواں

طَلَعَ البَدرُ عَلَینا

مِن ثَنِیّاتِ الوَدَاع

وَجَبَ شُکُورُ عَلَینا

مادَعَا للّٰہ دَاع

یثرب کی فضا اس وقت انہی اشعار سے گونج رہی تھی۔ فضاء میں مختلف قسم کے پھولوں کی خوشبو رس بس گئی تھی۔ بچیاں اور بڑے ہم آواز ہو کر یہی اشعار دہرا رہے تھے۔ کوئی ڈف بجا رہا تھا تو کوئی آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اللہ کا شکر بجا لا رہا تھا۔ ایسا مجمع اور ایسا جشن کا سماں تو تب بھی نہیں ہوتا تھا جب یہاں میلہ لگتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ پورا شہر اُمڈ آیا ہے۔ کیا کافر، کیا مشرک اور کیا یہود ہر کوئی دیکھنے آ رہا تھا کہ آخر انصار مدینہ کس کا استقبال ایسے جوش و خروش

سے کر رہے ہیں۔ کہیں کوئی دیدار سے محروم نہ رہ جائے، تو اسی لیے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا تھا، تو کوئی اپنے گھر کی چھت سے پھول برسا رہا تھا۔

ایسے میں اس تمام جشن سے دور وہ غلام اپنے آقا کے کہنے پر کھجوریں جمع کر رہا تھا۔ مدینے کی فضا میں گونجتی آوازیں اُنکے کانوں میں بھی پڑ رہی تھی۔ لیکن اس غلامی کی زندگی نے اُن سے ساری دلچسپیاں چھین لی تھی۔ انکا ظالم مالک دِن ورات اُن سے محنت کرواتا اور جانوروں سے بد تر سلوک کرتا۔ لہذا اب اُنہیں کسی جشن سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اسی لیے وہ خاموشی سے درخت پر چڑھے کھجوریں جمع کر رہے تھے۔ اُنکا مالک اُن سے ذرا نیچے کی جانب کھڑا تھا۔ ذرا ہی دیر گزری تھی کہ انکے یہودی مالک کا ایک دوست بھاگتے ہوئے وہاں آیا۔

”کیا ہوا؟" اُسے دیکھ کر مالک نے پوچھا

"اللہ غارت کرے بنو قیلہ کو، وہ سب مکے سے آنے والے اُس شخص کا استقبال کرنے گئے ہیں جسکا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے" اُس شخص نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔ اتنا سننا تھا کہ کھجور کے درخت پر چڑھا وہ غلام ساکت ہو گیا۔ اُنہیں ایسا محسوس ہوا کہ انکے جسم سے جان نکلی جا رہی ہوں۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے ہوں۔ نیچے اترنے کی کوشش میں وہ زمین پر گر پڑے۔ انکے گرنے پر انکا مالک اور

اُسکا دوست، دونوں ہی اُنکی جانب متوجہ ہوئے۔ لیکن اُنہیں مطلق پرواہ نہ تھی، بلکہ وہ اسی طرح تیزی سے اٹھے اور جلدی سے اپنے مالک کے دوست کے پاس آئے اور اسکو کاندھوں سے پکڑ کر پوچھا

"کیا کہا تم نے؟ کونسے نبی؟ خدا کے لیے مجھے دوبارہ بتاؤ جو تم نے ابھی کہا" اُنکی اس حرکت پر مالک اور اُسکا دوست حیران رہ گئے۔ بھلا کسی غلام کی اتنی جرات کیسے ہو سکتی ہے؟

"تمھیں اس سے کیا مطلب؟ جاؤ جا کر اپنا کام کرو" انکے مالک نے غصّے سے بے قابو ہوتے ہوئے کہا اور انکے چہرے پر ایک تھپڑ بھی جڑ دیا۔ جسکے بعد وہ خاموشی سے وہاں سے چلے گئے۔ لیکن اُنہیں معلوم تھا کہ اب اُنہیں آگے کیا کرنا ہے۔

یہ غلام تھے کون اور یہ یہاں کیا کر رہے تھے؟ اور یہ غلام کیسے بنے؟ یہ سب جاننے کے لیے ہمیں شروعات سے انکی کہانی جاننی ہو گی۔

پیارے بچوں! اگر کوئی شخص صحرا میں پیاسا بھٹک رہا ہو، اور اُسکے آس پاس کہیں کوئی پانی نہ ہو، تو اللہ اس چیز پر قادر ہے کہ اُس شخص کو کنویں کے پاس پہنچا دے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے؟ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص پیاس سے نڈھال پڑا ہو اور اللہ پورا کا پورا کنواں ہی اٹھا کر اُس شخص کے پاس لے آئیں۔ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

آج ہم ایسی ہی ایک ہستی کی داستان آپکو سنانے جارہے ہیں۔ جنکی پیاس بجھانے کے لیے اللہ نے اُنہیں ملکوں ملکوں پھرایا اور پھر اُنہیں علمِ حق سے لبریز کنویں کے پاس پہنچا ہی دیا۔اس ہستی کی علم و حکمت کی بنا پر حضرت علیؓ نے انکو حکیم لقمان سے مشابہت دی تھی۔

انکا نام ہے **"حضرت سلمان فارسیؓ"** یہ ایک ایسی خوبصورت داستان ہے کہ جسکی مثال نہیں ملتی۔اس داستان کو جاننے کے لیے ہمیں موجودہ دور سے ۱۵۰۰سال پیچھے جانا ہو گا

------+------+-----

"آپ مجھے کبھی باہر کیوں نہیں جانے دیتے؟ ہمیشہ گھر میں ہی رکھتے ہیں؟" سلمانؓ نے اپنے والد سے پوچھا

''کیونکہ باہر کی دنیا بہت خراب ہے۔میں نہیں چاہتا کہ باہر کے برے لوگ تمہیں اپنے جیسا بنا دیں۔میں یہاں کا بڑا عالم ہوں،لوگ مجھ سے ہمارے مذہب کی تعلیمات سیکھنے آتے ہیں۔ میرے بعد تم نے جانشین ہونا ہے۔اُسکے لیے تمہیں اس دنیا کے جھمیلوں سے دُور رہنا ہو گا، اور ہر دم اس آتش دان میں لگی آگ کو جلتے رہنے دینا ہو گا۔دھیان رکھنا کہ یہ آگ کبھی بھجنے نہ پائے۔کیونکہ یہی ہمارا خدا ہے اور خدا کو

ناراض نہیں کرتے۔" انکے باپ نے اُنہیں بتایا تو وہ خاموش ہو گئے۔

سلمانؓ کی عمر لگ بھگ تیرہ چودہ سال ہو گی۔ انکے باپ نے ہمیشہ اُنہیں گھر کے اندر قید، کسی لڑکی کی طرح اِس دنیا سے دُور رکھا۔ نہ اُنہیں انکے ہم عمر لڑکوں میں کھیلنے دیتا نہ شرارتیں کرنے دیتا۔ انکا باپ مجوسی تھا، مجوسی آگ کی پوجا کیا کرتے تھے اور اسی کو معاذ اللہ، اپنا خدا مانتے تھے۔ سلمانؓ کا باپ مجوسیوں کا سب سے بڑا عالم تھا۔ اصفہان کے گاؤں "جی" کا سب سے بڑا آتش دان اُسکے گھر پر ہی تھا۔ اسکے علاوہ وہ ایک بڑا امیر کبیر زمیندار بھی تھا۔ وہ اپنے بیٹے سلمانؓ پر جان چھڑکتا تھا۔ اُنہیں ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے رکھتا کہ کہیں اُنہیں کچھ ہو نہ جائے۔ حضرت سلمانؓ بھی اپنے باپ کے فرمانبردار تھے۔ سارا دن آتش دان کی حفاظت کرتے اور اُسکی آگ بجھنے نہ دیتے۔ دن اسی طرح گزر رہے تھے کہ ایک روز انکا باپ پریشان سا انکے پاس آیا۔

"کیا بات ہے ابّا جان؟" اُنہوں نے پوچھا

"بیٹا مجھے آج ہر حال میں زمینوں کی طرف جانا ہے لیکن آج ہی کسریٰ فارس (ایران کے بادشاہ کو اُس وقت کسریٰ کہا جاتا تھا) کے دربار سے کچھ لوگ مجھ سے ملاقات کے لیے آرہے ہیں۔ میں شاید زمینوں پر نہ جاسکوں" انکے باپ نے کہا

"تو پھر زمینوں کا کیا ہو گا؟"

’’ایسا کرو آج کے دن تم زمینوں پر چلے جاؤ۔اور دیکھو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے لوٹ آنا ورنہ پھر مجھے تمہاری فکر شروع ہو جائے گی"

’’جیسے آپکا حکم "حضرت سلمانؓ نے جواب دیا۔ اور زمینوں کی جانب نکل پڑے۔ وہ ہمیشہ اپنے باپ کے ساتھ ہی جاتے تھے۔آج وہ اکیلے ہی سفر کر رہے تھے۔ یہ اصفہان شہر کا ایک نواحی علاقہ تھا۔اصفہان اپنے دور کا ایک ترقی یافتہ شہر ہوا کرتا تھا۔ سڑکیں صاف اور سیدھی ہوتی تھیں۔آس پاس چھوٹے چھوٹے لیکن مضبوط گھر بنے ہوتے تھے۔ وہ انہی راستوں سے گزر کر زمینوں کی جانب جا رہے تھے کہ اچانک ہی اُنکی نظر ایک خوبصورت عمارت پر پڑی۔

عمارت کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سے لوگوں کی باآواز بلند دعائیں پڑھنے کے آوازیں آرہی تھیں۔ شوق اور جستجو میں سلمان فارسیؓ عمارت کے اندر داخل ہوئے۔اندر آنے پر آپکو معلوم ہوا کہ وہ ایک گرجا گھر ہے اور لوگ وہاں عبادت کر رہے ہیں۔

یہاں ہم آپکو پہلے ایک بات کی وضاحت کر دیں۔ حضور ﷺ کو نبوت عطا ہونے سے پہلے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے ،اُنہیں نصرانی یعنی عیسائی کہا جاتا تھا۔اُن میں بھی تین گروہ تھے۔ایک وہ جو حضرت عیسیٰ کو نعوذ باالله، الله کا بیٹا مانتا تھا۔ایک وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم سلام

علیہ اور اللہ، تینوں کو خدا مانتا تھا۔ انکے عقیدے کو تثلیث کا عقیدہ کہتے تھے۔ اور تیسرا گروہ وہ تھا جو اللہ کو واحد اور یکتا مانتا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتا تھا اور اس گروہ کو آخری نبی ﷺ کا انتظار تھا، جنکا ذکر اُنکی کتاب انجیل میں موجود تھا۔ یہ گروہ وہ تھا جو سیدھے اور سچے راستے پر تھا اور انکی تعداد بہت کم رہ گئی تھی۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے جب انکو عبادت کرتے دیکھا تو آپؓ کو اُنکی عبادت کا طریقہ اتنا پسند آیا کہ آپ ہر چیز سے بے نیاز اُن کو دیکھتے رہے اور اس قدر محو ہوئے کہ وقت کا پتہ ہی نہ چلا۔ یہاں تک کہ اُنہیں اپنا دین یعنی آتش پرستی بیکار لگنے لگا۔ انکو عیسائیوں کا دین بہت پسند آیا۔

جب وہ لوگ عبادت سے فارغ ہو گئے تو حضرت سلمان فارسیؓ انکے بڑے عالم کے پاس آئے اور بولے۔

''مجھے آپکا دین بہت پسند آیا۔ میں آج ہی سے اپنا دین یعنی آتش پرستی چھوڑتا ہوں اور آپ کے خدا کو اپنا خدا مانتا ہوں'' اُنکی یہ بات سن کر عیسائی بہت خوش ہوئے اور اسی وقت اُنہیں اپنے دین میں داخل کر لیا۔

''فارس (ایران) میں تو تقریباً سب ہی آتش پرست ہیں۔ مجھے یہ بتایئے کہ عیسائیت کا اصل مرکز کونسا ملک ہے؟'' حضرت سلمان فارسیؓ نے پوچھا

"ارض شام۔۔۔وہی ہماری سرزمین ہے۔اور ہمارا سب سے بڑا گرجا گھر بھی وہیں ہے"

راہب نے جواب دیا

''میں ضرور اُس گرجا گھر جاؤنگا۔"حضرت سلمان فارسیؓ نے ارادہ کیا

''تو پھر تو آپکو تیار رہنا چاہیے۔سال میں ایک بار یہاں سے ہمارا قافلہ شام تک جاتا ہے۔ہم آپکو اُس میں لیے جائیں گے۔"راہب نے اُنہیں بتایا۔

''ٹھیک ہے۔جب بھی وہ قافلہ روانہ ہونے والا ہو مجھے ضرور اطلاع پہنچا دیجئے گا۔میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ جاؤنگا۔"یہ کہہ کر وہ اپنے گھر واپس آئے۔انکا باپ دروازے پر ہی پریشان سا کھڑا تھا۔

''تم کہاں رہ گئے تھے۔میں نے تمہیں ڈھونڈھنے کے لیے بندے روانہ کردیئے تھے۔"اُنہیں آتا دیکھ کر انکے باپ نے پریشانی سے پوچھا

''میں زمینوں پر جا رہا تھا کہ میں نے ایک مذہب دیکھا۔اُنکی عبادت کا طریقہ ہمارے طریقہ سے بہت اچھا اور سچا تھا۔لہذا میں نے وہی مذہب اختیار کرلیا ہے"حضرت سلمانؓ نے سچ سچ بتایا

’’کیا بکواس کر رہے ہو؟ تم میری مرضی کے بنا کوئی مذہب کیسے اختیار کر سکتے ہو؟ اور کونسا مذہب ہے وہ؟" انکا باپ غضبناک ہوا

’’عیسائیت۔۔۔اور وہ ایک سچا مذہب ہے"

’’اُن لوگوں کا مذہب نہایت ہی واھیات ہے۔ انکے مذہب کا ہمارے پاک مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔" انکے باپ نے کہا اور اُسکے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کے پیروں میں زنجیر باندھ کر اُنہیں قید کر دیا۔

’’آج کے بعد تم اس قید سے کبھی باہر نہیں نکلو گے یہاں تک کہ تم مجوسی ہو جاؤ اور ہمارا خدا تمہیں تمہاری غلطی پر معاف کر دے۔ اسی لیے میں تمہیں باہر جانے نہیں دیتا تھا" انکے باپ نے سختی سے کہا اور اُنہیں وہیں قید کر کے چلا گیا۔

دوسری جانب قافلے کے روانہ ہونے کے دِن قریب آرہے تھے اور حضرت سلمانؓ اب تک گر جا گھر دوبارہ نہیں جا سکے تھے۔ راہب بھی پریشان تھا کہ آیا انکا انتظار کیا جائے یا نہیں؟ اتنے میں وادی کے پاس سے ایک شخص دوڑتا ہوا چلا آیا

’’کیا بات ہے بندہ خدا؟ کیوں اتنا پریشان ہو؟" راہب نے اُسے حواس باختہ دیکھ کر پوچھا

’’جناب وہ لڑکا سلمان! جو اُس دِن یہاں آیا تھا۔ اُسکے باپ نے اُسے زنجیروں میں جکڑ دیا ہے۔ لیکن اس نے کہا ہے کہ وہ زنجیروں سے آزاد

ہونے کی کوشش کریگا۔ چناچہ اُسکا انتظار کیا جائے اور قافلہ اُسکے بنا شام روانہ نہ ہو" اُس شخص نے ہانپتے ہوئے کہا

"تمہیں یہ سب کیسے معلوم؟" راہب نے پوچھا

"جناب میں اُس لڑکے کے باپ کی زمینوں کا اناج خریدتا ہوں، اُسی سلسلے میں وہاں جانا ہوا تھا۔ اُسکا باپ کسی کام سے اُٹھ کر باہر گیا تو مجھے دیوان خانے کے پیچھے سے اُسکی آواز آئی۔ وہ دیوان کے پیچھے کسی چھوٹے سے کمرے میں قید تھا۔ وہاں ایک روشن دان ہے۔ اُسی سے اُس نے مجھے یہ پیغام بھجوایا ہے۔" اُس آدمی نے جواب دیا۔ یہ آدمی روز گرجا گھر عبادت کرنے آتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ایک سلمان نامی لڑکا یہاں پر عیسائی ہوا تھا، لیکن دوبارہ کبھی نہ آیا۔

"یا اللہ! اُس بچے کی مدد فرما" راہب نے دل سے دعا کی اور قافلے کا انتظار کرنے لگا۔ اُسے یقین تھا کہ اللہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال لینگے۔ اور اللہ نے راستہ نکال دیا۔ ایک دن جب قافلہ روانہ ہونے والا تھا اور راہب کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت سلمانؓ اب نہیں آئیں گے تو اُس نے قافلے کو چلنے کی اجازت دے دی۔ قافلے نے سست روی سے چلنا شروع ہی کیا تھا کہ راہب نے پیچھے سے اُنکی آواز سنی

''رک جاؤ! میرے لیے رک جاؤ"اُنکی آواز پر راہب سمیت تمام قافلے والوں نے مڑ کر دیکھا تو وہ دوڑتے ہوئے اُسی جانب آ رہے تھے۔

''رک جاؤ قافلے والوں۔۔۔رک جاؤ"

راہب نے بھی چیخنا شروع کر دیا۔ قافلے والوں نے اُنکی بات پر عمل کیا اور سب لوگ رک گئے۔

''یااللہ! تیرا شکر۔۔۔"حضرت سلمان کو آتا دیکھ راہب نے شکر ادا کیا

"تم کیسے آئے؟"

''میں بہت عرصے سے اپنی زنجیروں سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ آج اللہ نے مدد کر ہی دی۔"

''شکر ہے خدا کا، تم سے تفصیلات پھر کبھی سنوں گا لیکن ابھی تمہیں قافلے کے ساتھ نکلنا ہو گا۔"

''جب میں گھر سے نکلا تو سب سو رہے تھے۔ میرے باپ کی دربار کسریٰ تک رسائی ہے۔ اگر اُسے میرے بھاگنے کی اطلاع ہوئی تو وہ قافلہ رکوا دے گا اور مجھے واپس قید کر دیگا"

''تم فکر نہ کرو۔ جب وہ صبح اٹھ کر تمہیں نہ پائے گا تو قافلے کے پیچھے آئیگا لیکن تب تک تم سرزمین فارس کے حدود سے باہر نکل چکے

ہو گے۔اور فارس سے باہر کسریٰ کا کوئی اختیار نہیں ہے۔اب تم جلدی کرو" یہ کہہ کر راہب نے حضرت سلمان کو قافلے والوں کے درمیان ایک گھوڑے پر سوار کروایا اور پھر قافلے کے رہبر کو جلد از جلد سرزمین فارس سے باہر نکلنے کی ہدایت کی۔ قافلہ اب کی بار تیز رفتاری کے ساتھ چلنا شروع ہوا تھا۔

"جب تم ارضِ شام پہنچ جاؤ تو لوگوں سے وہاں کے سب سے بڑے راہب کے بارے میں پوچھنا وہ تمہیں اُس تک پہنچا دینگے۔ خدا تمہارا حامی وناصر ہو" راہب نے پیچھے سے بلند آواز میں کہا۔ حضرت سلمانؓ نے اُسے ہاتھ ہلا کر الوداع کہا اور ایک نئی زندگی کی شروعات کے لیے ارضِ شام کی جانب رواں دواں ہو گئے

------+-------+-------

"قافلے والوں، تیار رہو ہم بلاد الشام کے عظیم شہر حلب میں داخل ہونے جارہے ہیں" قافلے کے رہبر نے بلند آواز میں کہا تو لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔ کئی دنوں سے ویران زمینوں پر سفر کرنے کے بعد بالآخر اب وہ ایک آبادی میں داخل ہونے والے تھے۔ حلب کی فصیلیں دور سے نظر آنے لگی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں قافلہ فصیلوں کے قریب پہنچ گیا۔ اُنہیں دیکھ کر دروازہ کھول دیا گیا۔ جیسے ہی قافلہ اندر داخل ہونا شروع ہوا تو حضرت سلمانؓ نے دیکھا کہ

حلب کی فصیلیں باہر سے جتنی شاندار تھیں، اندر سے وہ شہر اُس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا۔

اونچے اونچے پتھریلے پہاڑوں کے درمیان میں واقع یہ آبادی اچھی خاصی ترقی یافتہ تھی۔ زندگی کے سارے رنگ اس شہر میں اترتے تھے۔

بازاروں میں لوگوں کا رش تھا، عورتیں سبزیاں اور پھل لینے میں مصروف تھیں، مرد تجارت کر رہے تھے، بچے بکریاں اور بھیڑ لیے یہاں وہاں بھاگ رہے تھے۔ قدرت کی ساری خوبصورتی جیسے حلب میں سمٹ آئی تھی۔ قافلے والے بھی اب اپنی اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے۔ کسی کا یہاں گھر تھا تو کوئی مہمان تھا، کوئی پڑھنے کے غرض سے آیا تھا تو کوئی مال تجارت کے لیے جگہ ڈھونڈھ رہا تھا۔ ایسے میں حضرت سلمانؓ اپنے گھوڑے سے اترے اور ایک چھوٹی سی مگر خوبصورت دکان کی طرف آئے۔ دکان کے دروازے پر ٹھیلا رکھا تھا جس پر مختلف اقسام کے میوہ جات سجے تھے۔

''مرحبا!" سلمان فارسیؓ نے دکان دار کو کہا

''مرحبا! کیا لینا چاہو گے نوجوان؟" دکاندار نے بلند آواز سے کہا۔ بازار میں بہت گہما گہمی تھی اور اسی وجہ سے شور بھی کافی تھا۔

''مجھے یہاں کے سب سے بڑے عالم سے ملنا ہے۔ کیا آپ مجھے اُسکا پتہ بتا دینگے؟" اُنکی بات پر دکان دار چونکا

’’تم یہاں کے سب سے بڑے عالم کو نہیں جانتے؟ کیا تم شام کے رہنے والے نہیں ہو؟"

’’نہیں، میں فارس کے شہر سے آیا ہوں۔ وہاں کے ایک عیسائی راہب نے مجھے دین سیکھنے یہاں بھیجا ہے" سلمانؓ نے جواب دیا

’’پھر تو تمہیں خوش آمدید۔ ارضِ شام مہمانوں کا استقبال کرتا ہے" یہ کہہ کر دکاندار نے اُنہیں حلب کے سب سے بڑے گرجا گھر بھیجا۔ وہاں پر اُنکی ملاقات ارضِ شام کے سب سے بڑے عالم سے ہوئی۔

’’میں آپ کی خدمت میں رہ کر دین مسیحی سیکھنا چاہتا ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار بننا چاہتا ہوں" حضرت سلمانؓ نے مدعا بیان کیا

’’کیوں نہیں، آج سے تم میرے ساتھ رہو گے۔" عالم نے خوش دلی سے کہا اور پھر سلمان فارسیؓ اُسکے ساتھ رہنے لگے۔ لیکن چند ہی دنوں میں آپکو معلوم ہوا کہ وہ عالم نہایت ہی جھوٹا ہے۔ وہ نہ ہی عبادت کرتا ہی اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سچا پیروکار ہے۔ وہ لوگوں کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا ہے اور خود لوگوں کے صدقا کیے ہوئے مال کو چھپا کر رکھ لیتا ہے۔ سلمانؓ اُسکی اس ریاکاری سے سخت عاجز آ گئے تھے۔ قریب تھا کہ آپ اُسے چھوڑ دیتے کہ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ عالم مر گیا۔ جب شہر حلب

کے لوگ اُسے دفنانے کے لیے آئے تو حضرت سلمان فارسؓ نے لوگوں کو کہا

''اس شخص کو نہ دفناؤ۔ یہ جھوٹا اور ریا کار ہے۔ یہ مال و دولت جمع کرتا تھا اور لوگوں کو دھوکا دیتا تھا۔ یہ خیانت کرتا تھا اور جھوٹ بولتا تھا"

''تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس بات کا؟ تم ہمارے عالم پر ایسے الزام نہیں لگا سکتے "لوگوں کو سلمانؓ کی بات پر غصّہ آیا

''میں اسکے ساتھ دن و رات رہتا تھا۔ پھر بھی اگر تمہیں ثبوت چاہیے تو جاؤ اور اسکی چار پائی کے نیچے دیکھو۔ وہاں اس نے مٹکے میں وہ مال اور زیورات جمع کیے ہوئے ہیں جو تم لوگ اسے صدقہ ء کرنے کے لیے دیتے تھے "حضرت سلمانؓ کی بات پر سب لوگ اُس عالم کے کمرے میں آئے تو دیکھا کہ سلمانؓ سچ کہہ رہے تھے۔ لوگ شدید غم و غصّے کا شکار ہو گئے۔ پھر یہ فیصلہ ہوا کہ ایسے شخص کو دفنایا نہیں جائے گا۔ بلکہ اُسکی لاش کو سولی دے کے حلب کے بازار کے چوراہے میں لٹکا دیا جائیگا اور اُسے پرندے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ برائی کا انجام یہی ہوتا ہے۔ سلمانؓ کی اس صاف گوئی پر لوگوں کے دلوں میں اُنکی عزت بہت بڑھ گئی۔ پھر گرجا گھر میں ایک نیا عالم جان نشین ہوا اور اُس نے سلمانؓ کی تعلیم و تربیت کا بیڑا اپنے سر لیا۔ یہ عالم انتہائی پرہیز گار، عبادت گزار اور سچا تھا۔ سلمانؓ اُس سے بے حد متاثر تھے۔ اور

اسکی شاگردی میں رہنا چاہتے تھے۔ لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ یہ عالم کچھ ہی دنوں میں انتقال فرما گیا۔ جب اسکا آخری وقت تھا تو حضرت سلمان فارسیؓ اُسکے پاس ہی بیٹھے تھے۔ آپؓ نے اُس سے کہا کہ

"اے میرے سرپرست! آپ کے بعد میں کس سے دین سیکھونگا؟ مجھے کون صحیح اور غلط کی پہچان کروائے گا؟"

"میرے بیٹے! عیسائیت نے اب شرک اور کفر کی شکل اختیار کرلی ہے۔ تم میرے بعد جس کے بھی پاس جاؤ گے، وہ مسیح علیہ السلام کا سچا پیروکار نہ ہوگا۔ وہ تمہیں بھٹکا دیگا۔ میرے جاننے میں اس وقت ایک ہی آدمی ہے جو تمہیں سچا دین سیکھا سکتا ہے۔ تم مجھے دفنانے کے بعد اُسکے پاس چلے جانا" عالم نے آخری سانسیں لیتے ہوئے کہا

"کہاں رہتا ہے وہ؟"

"وہ ارضِ عراق کے شہر موصل میں رہتا ہے" یہ کہہ کر وہ عالم، دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔

اُسے دفنانے کے بعد سلمانؓ نے بھی حلب کو خیر آباد کہا اور ارضِ عراق کے شہر موصل کی جانب روانہ ہوگئے۔

------+------+------

موصل اُس وقت عراق کا اہم ترین شہر تھا۔ فارس، شام اور عرب سے آنے والے تمام قافلے یہاں سے گزرتے تھے۔ دریائے دجلہ

اس شہر کے ساتھ ساتھ بہتا تھا۔ یہ شہر بھی حلب کی طرح تمام وقت مصروف رہتا تھااور بہت ہی خوشحال تھا۔ سلمان فارسیؓ نے یہاں آکر پہلے اُس عالم کوڈھونڈااور پھر اُسکے زیرِ سایہ رہنے لگے۔ وہ شخص بہت نیک اور خداترس انسان تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سچا پیروکار۔ اسکی صحبت سے سلمان فارسؓ دن ورات فیض یاب ہورہے تھے کہ اچانک ہی اسکا آخری وقت قریب آگیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے اُسکے آخری وقت میں اس سے پوچھا کہ

''میرے عظیم استاد! میں آپکے بعد کیا کرونگا؟ خدارا مجھے بتایئے کہ اب کون مجھے سچااور سیدھا راستہ دکھائے گا؟"

''میرے بچے! پریشان نہ ہو۔ اللہ تمہاراحامی و ناصر ہوگا۔ میرے بعد تم میرے دوست کے پاس چلے جاناوہ بہت بڑاعالم ہے "اُس شخص نے کہا

''وہ کہاں ہے؟" سلمانؓ پوچھا

''ارضِ شام کے باہر اور رومی سلطنت کے علاقے میں ایک نصیبن نام کی بستی ہے۔ وہ وہیں رہتا ہے۔ میرے جاننے میں وہی شخص ہے جو دین حق کے راستے پر ہے۔ ورنہ باقی لوگ تو گمراہ ہوگئے ہیں اور دین کو ہی بدل ڈالا ہے۔ "اُس شخص کا پتہ بتاکر عالم مر گیا۔ اسکو دفنانے کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ نصیبن شہر کے لیے نکل کھڑے ہوئے

------+---------+

نصیبن ارضِ شام کے اختتام پر موجود ایک جزیرے پر واقع خوبصورت اور اہم تجارتی شہر تھا۔ یہ شہر موجودہ دور میں ترکی میں واقع ہے۔ اُس وقت نصیبن شہر کی فصیلیں اور دروازے حلب سے بھی زیادہ دیو قامت تھے۔ یہ شہر رومی اور بازنطینی سلطنت کے زیرِ تسلط تھا۔ اس شہر کے گھروں سے لیکر فصیلوں تک پر بازنطینوں کی طرز تعمیر کا انداز نظر آتا تھا۔ موصل کی طرح یہ بھی دن بھر بہت مصروف رہتا تھا۔ اس شہر میں بے شمار بازار تھے اور ہمہ وقت یہاں تجارتی قافلے نظر آتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی کو نہ تو اس شہر کی خوبصورتی سے سروکار تھا اور نہ ہی تجارت سے۔ آپؓ تو بس حق کی تلاش میں سرگرداں اُس عالم کے پاس پہنچے جسکا پتہ انکے استاد نے اُنہیں دیا تھا۔

"کون ہو تم نوجوان!؟" اُنہیں دیکھ کر عالم نے پوچھا۔ جواب میں حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنا تمام واقعہ کہہ سنایا۔

"بس اب تم فکر نہ کرو، خدا تمہیں مجھ تک لایا ہے۔ میں یقیناً تمہیں دین کی سچی تعلیمات دونگا۔ میرے علاوہ کسی کی بات نہ سننا کیونکہ عیسائیت اب تقریباً تباہ ہو چکی ہے اور لوگوں نے شرک کے نئے نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں" اُس عالم نے بتایا اور پھر حضرت سلماؓ اُس

کے یہاں رہنے لگے۔ وہ عالم انکے پچھلے تمام استادوں سے زیادہ نیک، عابد اور متقّی تھا۔ وہ لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا اور حضرت عیسیٰ کی پیروی کرنے کہتا۔ سلمانؓ دن و رات اُسکی خدمت میں رہ کر دین سیکھ رہے تھے کہ کچھ ہی عرصے میں اللہ کی طرف سے اسکا بلاوا بھی آگیا۔

''میرے عظیم استاد مجھے بتایئے اب میں کیا کروں؟'' حضرت سلمان فارسی اُسکے آخری وقت میں اُسکے سرہانے بیٹھے تھے۔

''آپ کے بعد میں کس پر بھروسہ کروں؟ کون مجھے دین مسیح کی صحیح تعلیم دے گا'' وہ افسردہ تھے

''میرے بیٹے، اس شہر میں تو اب میرے علاوہ کوئی نہیں جو تمہیں مسیح علیہ السلام کی سچی تعلیمات دے۔ البتہ ایک شخص ہے جو میرے بعد تمہیں حق و سچ کا راستہ دکھا سکتا ہے۔ لیکن وہ اس جزیرے پر نہیں ہے۔''

''مجھے بتایئے وہ کہاں ہے، تاکہ میں اُسکے پاس جسکوں'' سلمانؓ نے بے تابی سے پوچھا

''وہ اناطولیہ کے شہر عموریہ میں رہتا ہے۔ تم وہاں چلے جاؤ'' یہ کہہ کر وہ عالم بھی دار فانی سے کوچ کر گیا۔ اُسکی آخری رسومات ادا کرنے کے بعد سلمان فارسیؓ ایک بار پھر سفر حق کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور اناطولیہ کے شہر عموریہ میں پہنچ کر اُس عالم سے جا ملے۔

---+---------+------

عموریہ (موجودہ ترک شہر) بھی باقی شہروں کی طرح تجارتی اہمیت کا حامل تھا۔ یہاں بھی رومیوں، بازنطینوں اور اناطولیہ کے تجارتی قافلے آتے تھے۔ البتہ ایک منفرد بات جو اس شہر کی تھی وہ یہ کہ عموریہ ایک قلعہ بند شہر تھا۔ اس علاقے میں زیادہ تر بازنطینی فوجی اور انکے خاندان رہا کرتے تھے۔ یہ شہر رومیوں اور بازنطینوں کی سلطنت کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتا تھا۔ جب بھی سلطنت کو کسی دشمن کے حملے کا خطرہ ہوتا تب یہ لوگ اسی شہر میں قلعہ بند ہو جاتے۔ یہاں بازار، گرجا گھر اور رہائشی مکانات موجود تھے۔ خوراک اور رسد کی فروانی تھی۔ لہٰذا اس شہر میں قلعہ بند ہو کر بازنطینی اور رومی آرام سے محاصرہ برداشت کر لیتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی نے اب تک اچھے خاصے لوگوں کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ملکوں ملکوں حق کی تلاش میں پھرے تھے۔ وہ بہت اچھے سے جان گئے تھے کہ اب دنیا میں عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی سچا پیروں کار موجود نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اپنے اس استاد سے مکمل تعلیم سیکھ رہے تھے۔ ساتھ ہی آپؓ نے اب بطور چرواہے کے لوگوں کی بھیڑ بکریاں چرانی شروع کر دی تھی۔ اُس سے آپ کے پاس اچھا خاصا مال جمع ہوا تو آپؓ نے اپنے ذاتی مویشی خرید لیے۔ اب آپؓ اُنکے دودھ اور بالوں کو بیچ کر پیسہ کما رہے

تھے اور ساتھ ساتھ دین مسیح کی تعلیم بھی حاصل کر رہے تھے۔ اللہ نے آپکے کام میں برکت عطا کی تھی اور آپکے مویشیوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ عموریہ آپکے لیے اچھا ثابت ہوا تھا، یہاں آپؓ کی زندگی پہلے سے کہیں بہتر گزر رہی تھی۔ آپکا استاد بھی پچھلے تمام استادوں سے زیادہ نیک، پرہیزگار، عابد اور اللہ سے ڈرنے والا انسان تھا۔ کچھ عرصے میں اُس عالم کا آخری وقت بھی آگیا۔ اب کی بار تو سلمانؓ بے حد اُداس تھے۔ اپنے اس استاد سے آپ کو شدید قلبی لگاؤ ہو گیا تھا

''اے میرے مقدس استاد! آپ جانتے ہیں کہ میں نے حق اور سچ کے راستے میں کتنی مصیبتیں جھیلیں ہیں۔ اب آپ بھی مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے تو میں کہاں جاؤنگا؟" آپؓ نے روتے ہوئے کہا

''میرے پیارے! اب اس دنیا میں میرے جاننے میں کوئی شخص ایسا نہیں بچا جو تم کو عیسیٰ علیہ السلام کی سچی تعلیم دے۔ میں نہیں جانتا کہ اب کیا ہوگا، ہاں لیکن ایک بات جسکا مجھے یقین ہے وہ یہ کہ ایک آخری نبی آنے والے ہیں۔ اگر تمہاری زندگی میں وہ آجائیں تو اُن پر ایمان لے آنا وہ ہی سچے نبی ہونگے" عالم نے کہا

''کیا واقعی؟ اگر ایسا ہے تو مجھے بتایئے میں اُس نبی کو کہاں ڈھونڈھ سکتا ہوں اور میں اُنہیں کیسے پہچانوں گا؟"

"انجیل اور حضرت عیسیٰ کی پیشن گوئی کے مطابق وہ نبی دین حنیف یعنی حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دین کے پیروکار ہونگے۔ وہ جب توحید کی دعوت دینگے تو انکے شہر کے لوگ اُن کو سخت ایذا پہنچائیں گے اور شہر چھوڑنے پر مجبور کر دینگے۔ اُسکے بعد وہ اور انکے پیروکار ایک ایسے شہر کی جانب ہجرت کرینگے جہاں ہر طرف کھجوروں کے درخت ہونگے۔ اُس نبی کی نشانی یہ ہو گی کہ انکے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی، وہ صدقے کا مال نہیں کھاتے ہونگے اور ہدیہ بخوشی قبول کرتے ہونگے۔

میرے بچے اگر وہ تمہیں مل جائیں تو اُن پر ایمان لانے میں دیر نہ کرنا" یہ وصیت کر کے وہ عالم بھی سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

انکے انتقال کے بعد حضرت سلمانؓ عموریہ میں ہی رہے۔ لیکن آپ کو جلد از جلد اُس شہر جانا تھا جہاں اُس آخری نبی کا ظہور ہونے والا تھا۔

ایک دن آپ عموریہ کے بازار میں اپنے مویشیوں کی کھال سے بنی اون بیچنے آئے تھے۔ آپکے گاہکوں میں سے ایک نے آپؓ سے اون کا سودا کر لیا۔ وہ کسی دوسرے ملک سے یہاں تجارت کرنے آیا تھا

"اے تاجر! کیا تم نے کئی ملکوں کی سیر کی ہے؟" حضرت سلمان فارسیؓ نے پوچھا

’’ہاں! کتنی ہی سرزمینوں پر میں نے تجارت کی ہے "تاجر نے جواب دیا

’’کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ کونسا شہر ہے جہاں کھجور کے درخت کثرت سے موجود ہیں؟"

’’ایسا کوئی شہر اناطولیہ میں تو موجود نہیں البتہ جزیرہ نمائے عرب میں ایسے شہر موجود ہیں جہاں کھجوریں کثرت سے ملتی ہیں۔ جیسے مکّہ، یثرب، جدّہ اور عمان وغیرہ۔"

"عرب تو کافی دُور ہے یہاں سے "حضرت سلمانؓ نے پر سوچ لہجے میں کہا

’’کیا تم جانا چاہتے ہو وہاں؟"تاجر نے پوچھا

’’ہاں لیکن کس طرح جاؤں؟"

’’ہم تاجروں کا قافلہ کل یہاں سے عرب کے لیے ہی روانہ ہو گا تم چاہو تو ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ ہم تمہیں اپنے قافلے میں شامل کر لینگے"

’’کیا سچ میں؟" سلمانؓ نے خوشی سے پوچھا

’’ہاں! لیکن اسکی ایک شرط ہو گی۔"تاجر نے کہا

’’کیسی شرط؟"

"ہم جیسے ہی عرب پہنچ جائینگے تم اپنے آدھے مویشی ہمیں دے دو گے۔ اُسکے بعد تم اپنی منزل اور ہم اپنی منزل کی جانب گامزن ہو جائینگے"

’’لیکن کیوں؟"

’’کیونکہ عرب ویسا نہیں ہے جیسے شہروں میں تم اب تک رہتے آئے ہو۔ باز نطینی سلطنت میں تو تم آزاد ہو۔ لیکن عرب میں کوئی سلطنت نہیں ہے۔ وہاں مختلف قبائل رہتے ہیں اور ہر قبیلہ اپنے اپنے فیصلے خود کرتا ہے۔ ہر قبیلے کے شخص کو سزا بھی اُسکا سردار دیتا ہے، قبیلوں کے معاملات میں کوئی دوسرا شخص مداخلت نہیں کرتا۔ اور جسے قبیلہ بدر کر دیا جاتا ہے یعنی جو کسی قبیلے کی سرپرستی میں نہیں ہوتا اُسے کوئی بھی آسانی سے غلام بنالیتا ہے۔ اُسکا مال بھی لٹیرے لوٹ لیتے ہیں۔ ورنہ جو قبیلوں کی سرپرستی میں ہوتے ہیں اُن پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے لٹیرے بھی سو بار سوچتے ہیں، کیونکہ پورا قبیلہ لٹیروں سے جنگ کرنے آجاتا ہے۔ اب تم ایک اکیلے آدمی ہو۔ تم تو لٹیروں کا آسان ہدف ہو گے۔ ہم پورے راستے تمہاری حفاظت کرینگے تمہارے لیے اپنی جان خطرے میں ڈالیں گے۔ اُسکا کوئی نہ کوئی معاوضہ تو بنتا ہے نہ؟"اُس تاجر نے تفصیلاً بتایا۔ یہ معلومات سلمانؓ کے لیے نئی تھی۔ باز نطینی سلطنت میں تو ایسا نہیں ہوتا تھا۔

’’انصاف کی بات کہی تم نے۔ مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔ بتاؤ کل کس وقت نکلنا ہے؟"

حضرت سلمانؓ نے پوچھا

’’کل سورج طلوع ہونے سے پہلے قلعے کی فصیل کے پاس آجانا ہم سورج نکلنے سے پہلے ہی

سفر شروع کر دینگے "تاجر کی بات پر آپ نے

اثبات میں سر ہلایا اور اپنے مویشیوں کو لیکر گھر

آ گئے۔اب آپکو کل کی تیاری بھی کرنی تھی

-----+-------+----

اگلے روز علی الصبح آپ قلعے کی فصیل کے پاس

پہنچ گئے اور تاجروں کے قافلے میں شامل

ہو گئے۔آپؓ کے ساتھ آپکے مویشی بھی تھے۔

جب یہ لوگ سرزمین اناطولیہ اور بزانطینی

سلطنت کے حدود سے باہر آ گئے تب تک

سورج سروں پر آ پہنچا تھا۔لہٰذا قافلے نے رک

کر آرام کرنے کا سوچا۔حضرت سلمان فارسیؓ

بھی اپنے مویشیوں کے ساتھ ایک درخت کے

سائے میں آنکھ بند کر کے پیٹھ ٹکائے بیٹھ گئے۔

ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آپؓ کو اپنے گلے

پر کسی تیز دھار چیز کا احساس ہوا آپ نے جیسے ہی

آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ ایک تلوار تھی جو

اُنکی شہ رگ پر رکھی گئی تھی۔آپؓ نے تلوار

پکڑنے والے کو دیکھا تو دنگ رہ گئے۔یہ وہی

تاجر تھا جسکے ساتھ آپ یہاں آئے تھے۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟"آپؓ نے غصّے سے پوچھا

"وہی جو ہمیں کرنا چاہیے "تاجر نے مکاری سے

کہا۔حضرت سلمان فارسؓ نے دیکھا کہ قافلے

میں شامل تمام تاجر اُسکے ساتھ مل گئے تھے یا

شاید پہلے سے ہی اُسکے ساتھی تھے۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو مجھ سے؟"آپؓ نے پوچھا

’’تمہارا سارا مال اب سے ہمارا ہے۔ چاہے تم خوشی سے دو یا ہم زبردستی لیں"

’’تو جن لٹیروں سے تم مجھے ڈرا رہے تھے۔ وہ تم خود ہی ہو ہاں !" سلمانؓ نے سب سمجھتے ہوئے کہا

’’بکواس بند کرو۔۔۔ ہاتھ باندھو اسکے "اس تاجر نے دوسرے سے کہا

’’دیکھو تم میرا سارا مال لے لو۔ لیکن مجھے چھوڑ دو۔ میرا عرب جانا بہت ضروری ہے۔ دیکھو میں تمہارے کسی کام کا نہیں۔۔۔" حضرت سلمان فارسیؓ کی بات سن کر وہ تاجر خباثت سے ہنسا

’’تم سے کس نے کہا کہ تم کام کے نہیں ہو؟ تمہارے جیسے جوان اور طاقتور لڑکوں کی تو عرب کے بازار میں بہت مانگ ہے۔" اُسکی بات سن کر آپؓ ہکا بکا رہ گئے۔

’’کیا تم مجھے بیچنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

’’ہاں۔۔اب سے تم ہمارے غلام ہو۔ اور ہم تمہیں غلاموں کے بازار میں بیچ کر زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرینگے"

’’اللہ کے کہر سے ڈرو۔۔۔ یہ ظلم ہے"

’’اللہ ہمیں کچھ نہیں کہے گا۔ ہم آل اسرائیل ہیں۔ اللہ کے چہیتے ہیں۔ اللہ ہم سے اُن گمراہ عیسائیوں اور اُمی عربیوں کا حساب نہیں لیگا۔ تم

لوگ تو ہو ہی اسی قابل کہ غلام بنائے جاؤ" اُس تاجر نے تکبّر سے کہا لہجے میں حقارت ہی حقارت تھی

"اوہ۔۔۔ تو تم یہودی ہو۔ خدا کی قسم اس کرہ ارض پر تم یہودیوں سے زیادہ گمراہ اور کوئی نہیں۔ اللہ کی لعنت ہو تم لوگوں پر۔۔۔"

حضرت سلمان فارسیؓ نے غصّے سے کہا تو اُس تاجر نے تلوار کا پھل آپکے ماتھے پر دے مارا جس سے آپ بیہوش ہو گئے۔

------+--------+----

اُس یہودی نے اپنے کہے کے مطابق حضرت سلمان فارسیؓ کو عرب کے بازار میں بیچ دیا۔ شومئ قسمت کے آپکا مالک یعنی آپکو خریدنے والا بھی ایک یہودی ہی تھا۔ وہ سلمانؓ کو اپنے ساتھ اپنے شہر لے آیا۔ یہ شہر ہرا بھرا تھا۔ یہاں ہر طرف باغات اور فصلیں ہی فصلیں تھی۔ جس چیز نے آپؓ کو حیران کیا وہ تھے کھجور کے درختوں کی کثرت۔ جس جگہ نگاہ جاتی وہاں کھجور کے باغات موجود ہوتے۔ اس شہر کا نام یثرب تھا۔ آپکو جلد ہی احساس ہو گیا کہ شاید اللہ تعالیٰ آپکو اُسکی شہر لے آئے ہیں جہاں آخری نبی نے ہجرت کر کے آنا ہے۔ اب حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنی زندگی اس شہر میں گزارنی شروع کی۔ یہاں کی آب وہوا مختلف تھی۔ آپؓ اب تک تجارتی شہروں میں رہتے آئے تھے جبکہ یثرب ایک زرعی علاقہ

تھا۔اُس پر سے آپؓ کی زندگی پہلے کے مقابلے میں کٹھن اور تکلیف دہ ہو گئی تھی۔ پہلے آپ آزاد تھے لیکن اب آپؓ غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔آپ صبح شام اپنے مالک کے حکم کے مطابق کام کرتے اس پر سے آپؓ کا مالک کھانے کو بھی ایک وقت دیتا اور آرام کا موقع بھی نہ دیتا۔ لیکن آپ صبر کے ساتھ زندگی کے دن گزار رہے تھے۔اس اُمید پر کہ ایک دن وہ نبی ضرور آئینگے جسکا ذکر انکے استاد نے کیا تھا۔دن اسی طرح گزر رہے تھے اور وہ اپنے مالک کے کام میں اس قدر مشغول رہنے لگے تھے کہ اُنہیں یثرب کے حالات کا کچھ علم ہی نہ تھا۔نہ انکا کوئی دوست تھا نہ انکا مالک اُنہیں کسی سے بات کرنے دیتا۔اُس روز بھی انکا مالک اُنہیں اپنے ساتھ باغ لایا تھا۔وہاں سلمان فارسیؓ کھجور کے درخت پر چڑھے کھجوریں جمع کر رہے تھے اور انکا مالک نیچے سائے میں کھڑا تھا۔ذرا ہی دیر گزری تھی کہ انکے یہودی مالک کا ایک دوست بھاگتے ہوئے وہاں آیا۔

’’کیا ہوا؟''اُسے دیکھ کر مالک نے پوچھا

''اللہ غارت کرے بنو قیلہ کو،وہ سب مکے سے آنے والے اُس شخص کا استقبال کرنے گئے ہیں جسکا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے''اُس شخص نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔یہ سننا تھا کہ حضرت سلمان فارسیؓ کو لگا کہ انکے ہاتھوں اور پاؤں سے جان نکل گئی ہے۔آپؓ اُس قدر

سکتے میں آ گئے تھے کہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے اور درخت سے نیچے گر گئے۔ آپکو کہاں کہاں چوٹ آئی اس بات سے آپکو کوئی سروکار نہ تھا۔ بلکہ آپؓ دیوانہ وار اپنے یہود مالک کے دوست کے پاس آئے اور اُسے دونوں بازوں سے پکڑ کر تقریباً جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا کہ

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ جو تم نے ابھی کہا وہ دوبارہ بتاؤ'' عرب معاشرے میں غلاموں کی اتنی جرت نہیں ہوتی تھی کہ وہ آقا سے سوال کرے لہذا انکے مالک نے غصّے سے اُن کے منہ پر تھپڑ دے مارا اور بولا

''تمہیں اس سے کیا؟ جاؤ اور جا کر اپنا کام کرو''

یہ کہہ کر وہ یہودی اپنے دوست کو لیکر وہاں سے روانہ ہو گیا اور حضرت سلمان فارسیؓ وہیں بیٹھ گئے۔ انکے کانوں میں اہل یثرب کی ترنّم بھاری آواز گونج رہی تھی

طَلَعَ الْبَدرُ عَلَینَا

چودھویں کا چاند ہم پر طلوع ہوا

مِن ثَنِیَاتِ الوَدَاع

اُن گھاٹیوں سے جو وداع کی وادیوں میں ہے

وَجَبَ شُکُورُ عَلَینا

ہم پر شکر کرنا واجب ہو گیا

مَا دَعَا اللّٰہ دَاع

جب بھی اللہ کا کوئی پکارنے والا پکارے

اَیُّھَا المَبعُوثُ فِینَا

اے وہ جو ہمارے درمیان بھیجے گئے

جِئتَ بِالامرِ المطاع

آپکے حکم کی اطاعت ہم پر فرض ہے

جِئتَ شَرَّفتَ المَدِینَۃ

آپ نے مدینے کو شرف بخشا

مرحبًا یا خیرَ داع

خوش آمدید اے سب سے بہتر پکارنے والے

------+------+----

حضرت سلمان فارسیؓ اہل مدینہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کرنے کے لئے بیتاب تھے۔ یثرب کو لوگ اب مدینۃ الرسول کہنے لگے تھے۔ ایک دن آپکو موقع مل ہی گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھوں میں کھجور کا ایک تھیلا لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور بولے

"اے خدا کے برگزیدہ بندے! میں نے دیکھا ہے کہ آپ اور آپکے ساتھی کس غریب الوطنی کی حالت میں یہاں آئے ہیں۔ میں نے کچھ کھجوریں صدقہ ء کرنے کے لیے رکھی تھیں سوچا آپکی خدمت میں پیش کردوں۔ آپ اسے قبول کر لیجئے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے وہ کھجوریں لیں اور اپنے صحابہ کرام میں بانٹ دیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے دل میں کہا کہ "انہوں نے صدقہ ء کا مال نہیں کھایا۔ انکے نبی ہونے کی ایک نشانی پوری ہوئی"

اگلے دن آپؓ پھر سے کچھ کھجوریں لیکر حاضر ہوئے اور حضورﷺ سے اس طرح گویا ہوئے

''میں نے کل دیکھا کہ آپ نے صدقہ ء کی کھجوریں نہیں کھائیں۔اسی لیے میں آج مزید کھجوریں لایا ہوں۔یہ میری طرف سے ہدیہ ہیں۔اسے قبول فرمالیجی ئے'' حضورﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا اور نہ صرف خود کھجور کھائیں بلکہ اپنے صحابہ اور اہل بیت میں بھی بھیجیں۔یوں آپکے نبی ہونے کی دوسری نشانی بھی پوری ہوگئ۔اب بس مہر نبوت دیکھنا باقی تھا۔اُسکا موقع بھی اللہ نے آپؓ کو فراہم کر دیا۔وہ ایسے کہ ایک دن آپؓ کو اطلاع ملی کہ حضورﷺ جنت البقیع میں ایک صحابی کی تدفین کے لیے موجود ہیں۔لہٰذا آپؓ بھی وہاں پہنچ گئے اور خاموشی سے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضورﷺ جب تدفین کے عمل میں مصروف تھے تو آپﷺ کی چادر مبارک کاندھوں سے ذرا کھسکی۔ سلمانؓ اُچک اُچک کر دیکھنے لگے کہ کسی طرح مہر نبوت نظر آجائے۔اور آقاﷺ کو کیسے پتہ نہ چلتا؟ حضورﷺ بھانپ گئے اور آپﷺ نے غیر محسوس انداز میں اپنی چادر مبارک ذرا اور نیچے کر دی جس سے مہر نبوت نظر آنے لگی۔ حضورﷺ کی مہر نبوت سلمانؓ نے دیکھ لیا اور اُسے چومنے کے لیے آگے بڑھے اور زار و قطار رونے لگے۔آپ روتے جاتے

تھے اور کانپتے جاتے تھے۔ تب ﷺ نے جب آپکی یہ حالت دیکھی تو آپکے کاندھوں پر ہاتھ رکھا اور پیار سے پوچھا کہ

"کیوں روتے ہو؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟" اور بس حضرت سلمان فارسی نے جو داستان کسی کو نہ سنائی تھی وہ حضور اقدس ﷺ کو کہہ سنائی۔ آپ کیسے ملکوں ملکوں حق کی تلاش میں پھرے؟ کیسے آپ نے اپنا گھر بار چھوڑا اور کیسے آپکو لوگوں نے دھوکے سے یہاں لا کر غلام بنا لیا۔ آپ نے سب کہہ سنایا۔ حضور ﷺ کو آپکی داستان سفر اتنی بھائی کہ آپ نے نہ صرف خود سنی بلکہ صحابہ کرام کو جمع کر کے اُنہیں بھی سنائی۔ پھر اُسی وقت سلمانؓ ایمان لے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ یوں آپکا یہ طویل سفر تمام ہوا۔

------+------+------

ایمان لانے کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں رہنا چاہتے تھے۔ لیکن غلامی کی زندگی آپکو اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی حتیٰ کہ آپ بدر اور احد کی جنگوں میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ اس بات کا آپکو بہت رنج تھا۔ آپ نے اسکا اظہار حضور ﷺ سے کیا تو اُنہوں نے آپؓ کو اپنے مالک سے مکاتبت کرنے کو کہا

مکاتبت دراصل ایک طریقہ تھا جسکے تحت غلام اپنے مالک سے اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنے کا

وعدہ کرتا۔ اگر غلام مالک کی بتائی ہوئی قیمت اُسی وقت دے دیتا تو وہ اُسی وقت آزاد ہو جاتا۔ ورنہ وہ مالک سے کچھ عرصے کی مہلت مانگ لیتا اور اس عرصے میں وہ مزید محنت کر کے مال جمع کرتا اور مالک کو قیمت ادا کر دیتا۔ اب چاہے اُس میں کتنے ہی سال لگ جاتے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے فوراً جا کر اپنے مالک سے مکاتبت کی بات کی تو آپ کے مالک نے آزادی کی قیمت چالیس اوکے چاندی اور تین سو کھجور کے پودے رکھی۔ جبکہ حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس دینے کو کچھ بھی نہ تھا۔ آپ نے یہ اطلاع حضور ﷺ کو دی تو حضرت محمد ﷺ نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا

''اپنے بھائی سلمان کو غلامی سے آزاد کرانے میں اسکی مدد کرو۔'' اور حکم کا سننا تھا کہ ہر صحابی نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر مدد کی۔ تمام صحابہ اپنے کھجوروں کے باغ سے ایک سے زائد پودے لیکر آئے۔ جنکے باغ نہ تھے اُنہوں نے پودے پیسوں سے خریدے یہاں تک کہ اگلی صبح تک تین سو کھجور کے پودے جمع ہو گئے۔ پھر صحابہ کرام نے اس یہودی کے باغ میں تین سو گڑھے کھودے۔ اُسکے بعد نبی ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ہر گڑھے میں اپنے دست مبارک سے پودے لگائے۔ اور اللہ سے ان درختوں کے پھلنے پھولنے کی دعا کی۔ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور

تمام کے تمام پودوں نے جڑ پکڑلی۔ یہ باغ مدینہ منورہ میں آج بھی باغِ سلمان فارسی کے نام سے موجود ہے۔ پھر چند ہی دنوں میں ایک غزوے میں فتح کے بعد جب مال غنیمت جمع ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی کو بلوایا اور اُنہیں ایک تھیلا دیتے ہوئے ارشاد کیا کہ

''یہ لو،۔۔۔ جاؤ اور جا کر اپنی آزادی کی قیمت اپنے مالک کو ادا کر دو۔ اور یہاں واپس آ جاؤں"

حضرت سلمان فارسیؓ دوڑے دوڑے گئے اور اپنے یہودی مالک کو قیمت ادا کر کے غلامی کا طوق گلے سے اُتار پھینکا اور ہمیشہ کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔

-------+-----+-----

مشر کین مکّہ کی جانب سے حملے کی اطلاعات مل رہیں تھیں۔ آزادی کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب حضرت سلمان فارسیؓ حضور ﷺ اور انکے صحابہ کے ساتھ کسی جنگ کا حصہ بننے جا رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مشاورت کے لیے جمع کیا تا کہ سب کے مشورے سے کوئی جنگی تدبیر نکالنی جا سکے۔

ایسے میں حضرت سلمان فارسیؓ ایک کھجور کے درخت پر چڑھے مدینے کے آس پاس کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ مدینے کی مشرق اور مغرب کی جانب حرات (وہ پہاڑ جو آتش فشاں پھٹنے کے بعد لاوا بہنے سے کالے اور چکنے ہو جاتے ہیں) تھے، جنکو عبور کرنا اتنا آسان کام نہیں تھا اور وہ

بھی سواریوں سمیت لہٰذا مشرق اور مغرب کی جانب سے مدینہ محفوظ تھا، جبکہ جنوب میں بنو قریظہ تھے، جنہوں نے فلحل یثاقِ مدینہ کی خلاف ورزی نہیں کی تھی۔ لہٰذا جنوب سے بھی مدینہ محفوظ تھا۔ اب صرف اور صرف شمال مشرقی علاقہ بچتا تھا جہاں سے مشرکین مدینے پر چڑھائی کر سکتے تھے۔ جب آپ نے چاروں جانب اچھے سے دیکھ لیا تو نیچے اترے اور حضور ﷺ کی مشاورت میں شامل ہوئے

"یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ اجازت دیں تو میرے پاس ایک جنگی تدبیر ہے" حضرت سلمان فارسیؓ نے ادب سے حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کیا

"کہو" آپ ﷺ نے اجازت دی

"جب فارس میں آس پاس کے رومیوں کے حملے کا خطرہ ہوتا اور ہم دشمن کے مقابلے میں تعداد میں کم ہوتے تو شہر کے گرد خندقیں کھود دیا کرتے تھے۔ اس سے دشمن شہر میں داخل نہیں ہو پاتا تھا اور ہم شہر کے اندر سے اُس پر حملے کرتے رہتے تھے۔" حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز آپ ﷺ کو بے حد پسند آئی لہذا آپ ﷺ نے فوراً اس پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اور مدینے کے شمال مشرق میں خندق کھدوانے کا بھی حکم دیا۔

اب تمام صحابہ کرام اپنی بھوک و پیاس بھلائے خندق کی کھدائی میں دل و جان سے مصروف

تھے۔ اتنے میں اچانک ہی ایک صحابی کھڑے ہوئے اور حضرت سلمان فارسی سے پوچھا کہ

''آپ کہاں سے ہیں؟ اور کون ہیں؟"

''میں فارس سے ہوں۔ اللہ کا بندہ ہوں۔ اسلام میری پہچان ہے اور نام میرا سلمان ہے"

سلمانؓ نے جواب دیا

''تو پھر آج سے آپ مہاجرین صحابہ میں سے ہیں۔"اُن صحابی نے خوشی سے کہا تو باقی صحابہ نے بھی تائید کے لیکن اچانک ہی ایک اور صحابی اُٹھ کھڑے ہوئے اور بولے

''نہیں بھائی۔۔۔ سلمان بھلے سے فارس سے آئے ہوں۔ لیکن کئی سالوں سے یہ مدینے میں ہیں۔ لہٰذا سلمان ہم میں سے ہیں۔ یعنی انصاری ہیں۔"اُن صحابی نے دوستانہ سا اعتراض کیا۔

''نہیں نہیں۔۔۔ سلمان ہم میں سے ہیں" اب کہ باقی مہاجرین صحابہ نے بھی انکو اپنی طرف کرنا چاہا

''نہیں بھئی! سلمان ہمارے ہیں" انصاری بھی میدان میں آگئے تھے۔ ابھی یہ دلچسپ بحث طول پکڑتی کہ حضور ﷺ وہاں آتے دکھائی دیے۔

''چلو! آقا ﷺ سے ہی معلوم کر لیتے ہیں کہ سلمان کس کے ہیں۔ ہمارے یا انصار کے "

ایک مہاجر صحابی نے کہا تو سب نے اُنکی تائید کی۔

جب حضور ﷺ وہاں پہنچے تو ایک صحابی نے مدعا بیان کیا کہ

''یارسول اللہ ﷺ! ہم مہاجرین کہتے ہیں کہ سلمانؓ ہم میں سے ہیں جبکہ انصار کا کہنا ہے کہ سلمانؓ اُن میں سے ہیں۔ اب آپ ﷺ ہی بتایئے کہ سلمانؓ کس کے ہیں؟''۔ یہ بات سن کے آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ

''نہ مہاجرین کے اور نہ ہی انصار کے، **سلمان من اہل البیت** (سلمان میرے گھر والوں میں سے ہیں)۔ ''یعنی سلمانؓ تو میرے ہیں۔

اللہ اکبر۔۔۔ کیا مقام ہے سلمانؓ کا، کہ اللہ کے نبی ﷺ انکو اپنا کہہ رہے ہیں۔ کیا خوبصورت الفاظ ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی تمام صحابہ کرام بہت عزت کیا کرتے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ جب خلیفہ تھے اور حضرت سلمانؓ آپ سے ملنے آتے تو آپؓ کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کرتے۔ آپکی حکمت اور دانشمندی کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے آپکو مدین کا گورنر مقرر کیا تھا اور آپکا وظیفہ پانچ ہزار درہم رکھا۔ لیکن حضرت سلمان فارسیؓ اُس میں سے ایک درہم سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھتے اور سب صدقہ کر دیتے۔ آپ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت تک زندہ رہے اور پھر عراق میں آپکا انتقال ہوا۔

حضرت سلمان الفارسیؓ وہ پیاسے تھے جو اپنے اندر حق اور سچ کی پیاس لئے کہاں سے چلے تھے

اور اللہ نے اُنہیں کتنی مصیبتوں کے بعد کہاں لا پہنچادیا تھا۔اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اپنے آپ میں علم، حق اور سچ کا پورا کنواں تھے۔اللہ نے اُنہیں بھی وہیں لا پہنچایا جہاں حضرت سلمان فارسی جیسے کتنے ہی حق کے متلاشی انکے انتظار میں تھے۔

سلام ہو امن اور سلامتی والے حضرت سلمان الفارسیؓ پر۔

-----+-----+------

تحریر: ژیلہ ظفر

ماخوذ

شمع رسالت کے تیس پروانے (طالب ہاشمی)

حیات صحابہ کے درخشاں پہلو (عبدالرحمٰن رافت الباشا)

صحیح بُخاری (کتاب مناقب انصار باب فضائل سلمان فارسی)

سیرۃ النبی ابنِ ہشام (جلد اوّل)